سلفِ صالحین کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد

ترجمہ: ابن سیف سنجرانی

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں ہے کہ ہمیں مَعْمر نے ہشام بن عروہ سے روایت کی اور انھوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر سے روایت کی: کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے تو شام کے اُمراء اور سرداروں نے اُن سے ملاقات کی۔ انھوں نے پوچھا میرے بھائی ابوعبیدہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ابھی آتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئے، جس کی ناک میں رسی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو سلام کیا اور لوگوں سے کہا: ہمیں اکیلا چھوڑ دو۔ پھر اُن کے ساتھ چلتے ہوئے اُن کے پڑاؤ میں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اُن کے گھر میں اُن کی تلوار، اُن کی ڈھال اور زین کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ کچھ سامان رکھ لیتے یا فرمایا کچھ چیزیں رکھ لیتے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: امیر المؤمنین! یہ ہمیں منزل تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱،ص:۱۶)

☆ عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع مالک الدار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لیے اور ایک غلام سے کہا: ان کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ پھر کچھ دیر اُن کے گھر میں ٹھہرے رہنا اور دیکھنا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ غلام وہ رقم لے کر گیا اور اُس نے کہا امیر المؤمنین کہتے ہیں یہ قبول فرمائیں۔ فرمانے لگے: اللہ اُن کا خیال رکھے اور رحمت فرمائے۔ پھر اپنی باندی کو آواز دی اور اُسے کہا کہ یہ سات فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ فلاں کو، یہاں تک کہ اُنھیں ختم کر دیا۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور انھیں اس واقعے کی خبر دی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی ہی رقم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے تیار کر رکھی ہے اور آپ نے وہ رقم دے کر غلام کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ اُن کا خیال رکھے۔ اے باندی! فلاں کے گھر میں اتنے دے آؤ اور فلاں کے گھر میں اتنے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی تشریف لائیں اور فرمایا: واللہ! ہم بھی حاجت مند ہیں، ہمیں بھی دیجیے۔ اس وقت تھیلی میں دو دینار بچے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کی طرف اچھال دیے۔ غلام نے واپس آ کر یہ حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱،ص:۴۵۶)

☆ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن کے بیٹے طلحہ روایت کرتے ہیں کہ اُن کے پاس حضرِ موت سے سات لاکھ آئے۔ وہ ساری رات پریشانی سے کروٹیں بدلتے رہے، اُن کی بیوی نے پوچھا: کیا پریشانی ہے؟ فرمانے لگے: ساری رات سوچا ہے اور کہتا ہوں کہ آدمی اپنے رب کے بارے میں اچھا گمان کیسے رکھ سکتا ہے جبکہ اس کے گھر میں اتنا مال

رات بھر پڑا رہے۔ وہ کہنے لگیں: آپ کے دوست نہیں ہیں کیا؟ جب صبح ہو تو تھال اور پراتیں منگوایئے اور اس کو بانٹ دیجیے۔ فرمانے لگے: تم پر اللہ کی رحمت ہو، بلاشبہ تم باتوفیق باپ کی باتوفیق بیٹی ہو (مُوَفَّقَه بنت مُوَفَّق ہو)۔ (وہ اُمّ کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما تھیں) جیسے ہی صبح ہوئی، تھال منگائے اور سارا مال مہاجرین وانصار میں بانٹ دیا۔ ایک تھال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھی بھیجا۔ اُن کی اہلیہ کہنے لگیں: ابومحمد کیا اس مال میں ہمارا کچھ حصہ نہ تھا؟ فرمانے لگے: تم صبح سے کہاں تھی؟ جو بچا ہے تم لے لو۔ کہتے ہیں کہ ایک تھیلی تھی جس میں ہزار سے کم درہم بچ گئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۳۱)

☆ امام ثَوری ابوقیس سے وہ ہذیل بن شُرحُبیل سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: جو آخرت کو مقصود بنائے گا، دنیا میں نقصان برداشت کرے گا۔ اور جو دنیا کو مقصود بنائے گا، آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ اے قوم! فانی (یعنی دنیا) کے نقصان کو باقی رہنے والی (یعنی آخرت) کے لیے برداشت کرلو۔

(سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۴۹۶)

☆ عبدالرحمٰن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ لمبی نمازیں پڑھتے ہو اور زیادہ مشقت اٹھاتے ہو لیکن وہ تم سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ اُن سے کہا گیا کس وجہ سے؟ فرمانے لگے: اُنھیں آخرت کا تم سے زیادہ شوق تھا اور دنیا کا تم سے کم۔ (صفۃ الصفوۃ، ج:۲، ص:۴۲)

☆ امام اوزاعی بلال بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اعوذ باللہ من تفرقۃ القلب (میں دل کی ٹوٹ پھوٹ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) اُن سے پوچھا گیا کہ تفرقۃ القلب کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ ہر وادی میں میرا مال ہو (یعنی ہر علاقے میں میرا ساز وسامان موجود ہو)۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۲، ص:۳۴۸)

☆ ابوالبُختری سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ اشعث بن قیس اور جَریر بن عبداللہ آئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی جھونپڑی میں داخل ہوئے، اُنھیں سلام کیا۔ پھر کہنے لگے آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم۔ یہ دونوں حیرت میں پڑ گئے۔ انھوں نے فرمایا: اُن کا ساتھی وہ ہے جو اُن کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔ یہ دونوں کہنے لگے کہ ہم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے آ رہے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُن کا ہدیہ کہاں ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارے پاس تو کوئی ہدیہ نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! اور امانت ادا کرو۔ اُن کے ہاں سے میرے پاس کوئی شخص بغیر ہدیے کے نہیں آتا۔ وہ کہنے لگے: ہمیں ایسا مت کہیے (یعنی یہ مت سمجھیے کہ ہم نے خیانت کی) یہ ہمارے اموال ہیں آپ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہیں قبول فرمائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تو ہدیہ ہی چاہیے۔ وہ دونوں کہنے لگے: واللہ! انھوں نے ہمیں کوئی چیز نہیں دے کر بھیجا، بس آپ کے بارے میں اتنا فرمایا: کہ تمھارے درمیان ایسے آدمی موجود ہیں کہ جب یہ اکیلے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے علاوہ کسی اور کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ جب تم اُن کے پاس جاؤ تو اُنھیں میرا سلام کہنا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے اس کے سوا کون سا ہدیہ مانگ رہا تھا؟ اور اس سے بہتر کون سا ہدیہ ہوسکتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۵۴۹)

☆ قتادہ کہتے ہیں: جب حضرت عامر رحمہ اللہ کا آخری وقت آیا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: میں موت کے ڈر سے یا دنیا کی خواہش سے نہیں روتا بلکہ مجھے گرمیوں کا روزہ اور رات کا قیام چھوٹنے پر رونا آرہا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج:۴،ص:۱۹)

☆ موسیٰ تیمی حضرت عبدالرحمن بن ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہتے ہیں: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کے پاس عزت وشرف، وجاہت وحکومت اور دین داری اُن سے بڑھ کر اکٹھی ہوئی ہو۔ کہا گیا ہے کہ وہ پورے کے پورے خاندان کو خریدتے تھے اور انھیں نئے کپڑے پہنا کر آزاد فرما دیتے تھے۔ اور کہتے تھے: میں ان کے ذریعے موت کی سختیوں پر مدد اکٹھی کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کی موت اس حال میں ہوئی کہ وہ مسجد میں سو رہے تھے۔ علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب اُن کو دیکھا تو اُنھیں ان کی عبادت اور زہد کی عادتیں اچھی لگیں، چنانچہ بھلائی میں اُن کی نقل کرنے لگے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۵،ص:۱۰)

☆ علی بن الفُضیل کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو سنا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہہ رہے تھے کہ آپ ہمیں زہد کا، کم دنیا کمانے کا اور بس ضرورت پوری کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جبکہ آپ کے پاس اتنا ساز وسامان ہے، یہ کیا ماجرا ہے؟ فرمانے لگے: ابوعلی یہ میں اس لیے کرتا ہوں کہ اپنی ذات اور اپنی آبرو کی حفاظت کروں اور اس کے ذریعے آسانی سے اپنے رب کی اطاعت کرسکوں۔ انھوں نے کہا: اے ابن مبارک! اگر ایسا ہو سکے تو کتنی اچھی بات ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۸،ص:۳۸۷)

☆ زیاد بن مایک سے روایت ہے کہ شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: تم خیر کے صرف اسباب ہی دیکھ سکتے ہو اور شر کے بھی اسباب ہی نظر آتے ہیں۔ خیر ساری کی ساری جنت ہے اور شر سارے کا سارا آگ ہے۔ دنیا بلاشبہ ایک سامنے کا سامان ہے جس سے نیک اور فاجر دونوں ہی کھاتے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں ملکِ قاہر (یعنی زبردست بادشاہ) کا حکم چلتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے (یعنی وارث) ہیں۔ تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ (صفۃ الصفوۃ، ج:۱،ص:۷۰۹)

☆ مسلم بن سعد کے بھانجے عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو میرے ماموں نے مجھے دس ہزار درہم دیے اور کہا کہ جب مدینہ منوّرہ جاؤ تو وہاں کے سب سے زیادہ ضرورت مند گھرانے کو دے دینا۔ جب میں مدینہ پہنچا۔ میں نے مدینہ منوّرہ کے سب سے زیادہ غریب گھرانے کے بارے میں پوچھا، تو مجھے ایک گھر والوں کے بارے میں بتایا گیا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، ایک عورت نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں ایک بغدادی آدمی ہوں، مجھے دس ہزار درہم سونپے گئے تھے اور کہا گیا تھا کہ مدینہ منوّرہ کے سب سے زیادہ ضرورت مند گھرانے کو دے دوں۔ اور مجھے تم لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے، لہٰذا تم وصول کرلو۔ وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! جس نے تمھیں پیسے دیے تھے اس نے سب سے زیادہ ضرورت مند ہونے کی شرط لگائی تھی۔ یہ ہمارے سامنے کے گھر والے ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ کہتے ہیں میں نے اِن کو چھوڑ کر اُس گھر کا دروازہ بجایا، ایک عورت نے جواب دیا۔ میں نے اس سے بھی وہی بات کی جو پہلی عورت سے کی تھی۔ وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! ہم اور ہمارے یہ پڑوسی فقر میں برابر ہیں، لہٰذا تم اس مال کو ہمارے درمیان تقسیم کردو۔ (صفۃ الصفوۃ، ج:۲،ص:۶۰۲)

☆ ابراہیم بن شبیب ابن شیبہ سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن مل کر بیٹھا کرتے تھے کہ ایک آدمی ہمارے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے بدن پر ایک ہی چادر تھی جس میں وہ لپٹا ہوا تھا۔ اُس نے فقہ کا ایک مسئلہ چھیڑا جس کی وجہ سے ہم مجلس کے خاتمے تک مسائلِ فقہ میں گفتگو کرتے رہے۔ وہ آئندہ جمعہ پھر آیا، ہم نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس سے اس کی رہائش گاہ کا پوچھا اور اس کی کنیت پوچھی۔ اس نے اپنی کنیت ابوعبداللہ بتائی اور اپنی رہائش گاہ محلّہ حربیہ۔ ہمیں اُس کے ساتھ بیٹھنا اچھا لگتا تھا کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے ہم صرف مسائلِ فقہ میں گفتگو کرتے تھے۔ ہمارا یہ معمول کچھ عرصہ چلتا رہا، پھر اُس نے آنا چھوڑ دیا۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے: ابوعبداللہ کی وجہ سے ہماری مجلس آباد تھی، جواب بے رونق ہوگئی ہے۔ ہم نے آپس میں طے کیا کہ آئندہ صبح حربیہ جا کر اُسے ڈھونڈیں گے۔ ہم حربیہ پہنچے اور چونکہ ہم بہت سے تھے اس لیے ہم ابوعبداللہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے شرمارہے تھے، ہم نے دیکھا کہ بچے مکتب سے پڑھ کے نکل رہے تھے، ہم نے اُن سے ابوعبداللہ کا پوچھا۔ وہ کہنے لگے: وہ جو شکاری ہیں؟ ہم نے جی ہاں۔ وہ کہنے لگے: اُن کے آنے کا وقت ہورہا ہے۔ ہم اُس کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ ہم نے اُسے آتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے ایک پھٹی پرانی چادر کا ازار باندھا ہوا تھا اور ایک چھوٹی چادر کندھے پر تھی اور اس کے پاس کچھ ذبح کیے ہوئے اور کچھ زندہ پرندے تھے۔ جب اُس نے ہمیں دیکھا اور مسکراتے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوا، کہنے لگا: کیسے آنا ہوا؟ ہم نے کہا: تمھاری غیر موجودگی کو محسوس کر کے آئے ہیں، تم نے ہماری مجلس کا درجہ بہت بلند کر دیا تھا۔ کیا سبب ہوا کہ تم آنا چھوڑ گئے؟ کہنے لگا: تم سے سچ کہتا ہوں، میرا ایک پڑوسی تھا، میں ہر دفعہ تمھارے پاس آنے کے لیے اُس سے وہ کپڑا ادھار لیتا تھا جو پہن کر میں مسجد میں آتا تھا۔ لیکن وہ پردیسی تھا اور اپنے وطن واپس چلا گیا، میرے پاس کوئی کپڑے تھے نہیں کہ جنھیں اوڑھ کر تمھارے پاس آتا۔ تم لوگ گھر میں داخل ہو جاؤ اور اللہ کے رزق سے کچھ کھا لو۔ ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ اندر چلنا چاہیے (یعنی کچھ دیر اُس کی ہم نشینی کا موقع ملے گا)۔ وہ دروازے کے پاس آیا، سلام کر کے کچھ دیر ٹھہرا اور پھر گھر میں داخل ہو گیا۔ پھر ہمیں داخل ہونے کی اجازت دی، ہم داخل ہوئے تو وہ ہمارے لیے چٹائی کی ٹکڑے لے کر آیا اور اُنھیں بچھا دیا۔ ہم بیٹھ گئے۔ وہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور ذبح کیے ہوئے پرندے اُس کے حوالے کیے اور زندہ پرندوں کو لے کر باہر چلا گیا۔ کہنے لگا: میں ان شاءاللہ جلدی آجاؤں گا۔ چنانچہ وہ بازار گیا، اُن پرندوں کو بیچا، روٹی خریدی۔ اتنی دیر میں اُس کی بیوی نے وہ پرندے پکا کر تیار کر لیے تھے۔ اُس نے آ کر ہمارے سامنے پرندوں کا گوشت اور روٹی رکھی، ہم کھانے لگے اور وہ بیچ بیچ میں اٹھ کر کبھی ہمیں نمک پکڑاتا اور کبھی پانی۔ جب کبھی وہ اٹھتا، ہم ایک دوسرے سے کہتے: تم نے اس جیسا شخص کبھی دیکھا ہے؟ تم بصرہ کے شرفاء میں شمار ہوتے ہو، تم اس کے حالات تبدیل کیوں نہیں کرتے؟ جماعت میں سے ایک شخص کہنے لگا: میرے ذمے پانچ سو، دوسرے نے کہا: میرے ذمے آٹھ سو، اسی طرح سب بولے، کچھ نے کہا: میں اس کے لیے دوسروں سے بھی لے کر آؤں گا۔ اُس کے لیے جو کچھ ہم نے اکٹھا تھا اس کا حساب پانچ ہزار درہم تک جا پہنچا۔ تو دوستوں نے کہا اُٹھو کہ ہم جا کر یہ پیسے لے آئیں اور اس سے درخواست کریں کہ اپنے حالات کو تبدیل کر لے۔ چنانچہ ہم اُٹھے اور اپنی سواریوں پر سوار ہو کر واپس ہوئے، جب ہم مربد سے گزرے

تو بصرہ کا گورنر محمد بن سلیمان اپنے چوبارے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے غلام سے کہا: یہ جماعت جو سوار ہو کر جا رہی ہے اِس میں سے ابراہیم بن شبیب بن شیبہ کو میرے پاس لا۔ میں اُس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے حال دریافت کیا اور یہ کہ ہم اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے اسے ساری ساری کہانی سنائی تو وہ کہنے لگا: میں اُس کے ساتھ نیکی کرنے میں تم سے بڑھ کر ہوں۔ اے غلام! درہموں کا توڑا لاؤ۔ وہ لے آیا، پھر اس نے حکم دیا کہ قالین بچھانے والے غلام کو لے کر آؤ۔ وہ آیا تو اُسے حکم دیا کہ اس توڑے کو اٹھا کر اِس آدمی کے ساتھ جاؤ اور اُس کے حوالے کر دو جس کو دینے کا ہم نے حکم دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں جلدی سے اُٹھا اور ابو عبداللہ کے گھر کی طرف بھاگا، میں دروازے پر پہنچا، میں نے سلام کیا، ابو عبداللہ نے جواب دیا اور باہر نکلا۔ جب اس نے اُس غلام کو اور اس کے کندھے پر توڑے کو دیکھا تو اس کا چہرہ ایسے ہو گیا جیسے میں نے اُس پر راکھ چھڑک دی ہو۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اس کا چہرہ بدلا ہو تھا۔ کہنے لگا: اے فلاں یہ تو نے میرے ساتھ کیا کیا؟ مجھے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو۔ میں نے اُسے کہا: اللہ کے بندے بیٹھ تو سہی تا کہ میں تجھے ساری کہانی سناؤں۔ تم اِس شخص کو جانتے ہی ہو وہ ایک جبار حکمران ہے (یعنی محمد بن سلیمان)۔ اگر وہ مجھے حکم دیتا کہ اس مال کو جہاں چاہوں لگا دوں تو (میں تمھیں آزمائش میں نہ ڈالتا بلکہ) میں واپس چلا جاتا اور اُسے بتاتا کہ میں نے خرچ کر دیا۔ لہٰذا تم اپنی جان بچاؤ اور اللہ سے ڈرو (یعنی اگر تم یہ مال وصول نہیں کرو گے تو گورنرِ بصرہ تمھیں اپنا دشمن بنا لے گا)۔ وہ مجھ پر مزید غصے ہوا، اٹھ کر اپنے گھر داخل ہو گیا اور میرے سامنے دروازہ بند کر دیا۔ میں کبھی آگے بڑھتا تھا اور کبھی پیچھے ہٹتا تھا۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گورنر کو جا کر کیا کہوں۔ میں نے سوچا سچ کے سوا کوئی چارہ نہیں، سو میں آیا اور گورنر کو ماجرا بتایا۔ وہ کہنے لگا: واللہ! یہ شخص حروری (یعنی حروری اور حکمران دشمن باغی) ہے۔ اے غلام! تلوار لے کر آؤ۔ وہ تلوار لے آیا تو اُسے حکم دیا کہ اس لڑکے کا ہاتھ پکڑو، یہ تمھیں ایک آدمی کے پاس لے کر جائے گا، جب وہ باہر نکلے تو اُسے قتل کرنا اور میرے پاس اُس کا سر لے کر آنا۔ ابراہیم کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ! اللہ! اے امیر، آپ کو اللہ مزید سنوارے، ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے۔ واللہ! وہ خارجی نہیں ہے۔ میں جاتا ہوں اور اُسے آپ کے پاس لے کر آتا ہوں۔ میں اِس سب کے ذریعے میں اُسے کسی طرح بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے ضامن بنایا کہ میں اُسے لے کر آؤں۔ میں گیا، جب میں نے دروازے پر پہنچ کر سلام کیا تو اُس کی بیوی غم کی حالت میں رو رہی تھی۔ پھر اُس نے دروازہ کھولا اور پردہ کر کے مجھے اجازت دی، میں اندر گیا تو کہنے لگی: تمھارے اور ابو عبداللہ کے درمیان کیا معاملہ تھا؟ میں نے پوچھا وہ کیسا ہے؟ کہنے لگی: (جب تم چلے گئے تو) وہ اندر داخل ہوا، حوض سے پانی نکال کر وضو کیا، پھر میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اللہ مجھے اپنی طرف اٹھا لے! آزمائش میں نہ ڈال۔ پھر یہی کہتے کہتے لیٹ گیا، جب میں اُس کے پاس گئی تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ میں نے کہا: ہماری بڑی عجیب وغریب کہانی ہے، تم ہمارے بارے میں کسی کو مت بتانا۔ میں محمد بن سلیمان کے پاس آیا اور اُسے واقعہ بتایا۔ وہ کہنے لگا: میں سوار ہوتا ہوں کہ میں اِس شخص کا نماز جنازہ پڑھوں گا۔ کہتے ہیں کہ بصرہ میں یہ خبر پھیل گئی اور اس کے جنازے میں گورنر سمیت بصرہ کے اکثر لوگوں نے شرکت کی۔

(صفۃ الصفوۃ، ج:۴، ص:۹۔۱۲)